تحقیق وتنقید

مکی دور کی احادیث۔ سیرتِ ابن اسحاق میں (۲)

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

حضرت زیدؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا قبولِ اسلام

حضرت زیدؓ اور حضرت ابوبکر کے قبولِ اسلام کے ضمن میں دونوں میں سے ہر ایک کے بارے میں مکالماتِ نبوی کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے۔ محقق حمدی نے نبوی کلمات کو جلی حروف میں چھاپ کر ان کو احادیث کا درجہ دیا ہے۔ بہر حال وہ صحیح مکالمات اور صحیح احادیث ہیں، جو کتبِ سیرت میں ملتی ہیں۔ ان میں اول حضرت زیدؓ کے قبلِ بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے، ان کے خاندان والوں کے انہیں آزاد کرانے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں اختیار دینے کے مکالمات ہیں اور حضرت زید کلبیؓ کے اللہ کے رسول کے پاس ہی رہنے کی ترجیح کا بھی ذکر ہے اور اس کے باعث ان کی آزادی اور اسلام کا واقعہ مذکور ہے۔ اس پر حاشیہ نگار حمدی نے کوئی تبصرہ کیا ہے نہ حاشیہ لگایا ہے (۱/ ۱۶۳) فتح الباری ۷/ ۱۱۱، مناقب زید بن حارثہ مولیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تفصیل موجود ہے)

حضرت ابوبکرؓ کے بلا جھجھک دعوتِ نبوی پر لبیک کہنے کا واقعہ بہ طور حدیث مذکور ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جسے بھی اسلام کی طرف دعوت دی، اس نے ابتدا میں توقف، غور وخوض اور تردد کا مظاہرہ کیا، سوائے ابوبکر کے کہ انہوں نے ذرا بھی توقف اور تردد نہیں

کیا۔(۱/ ۱۶۴) حمدی حاشیہ ہے کہ یہ اسناد معضل ہے، کیوں کہ اس کے اکثر رجال غیر معروف ہیں۔۱۹؎

النحام کی وجہ تسمیہ

حضرت نعیم بن عبداللہ عدوی رضؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے ہم خاندانی وعزیز قریب تھے اور اولین مسلمانوں (السابقون الاولون) میں شامل تھے۔ان کے بہت مناقب وفضائل ہیں، جن پر ایک تحقیقی مقالہ کی ضرورت ہے۔ان کو کتبِ سیرت و حدیث میں بالعموم ان کے لقب 'النحام' کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔اس کی وجہ بالعموم یہ بتائی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز یا آہٹ کو بقول ابنِ ہشام جنت میں سنا تھا: ''**لقد سمعت نحمه فی الجنة**'' (۱/۱۶۶) محقق حمدی نے اسے حدیثِ معضل قرار دیا ہے۔(۱/ ۲۱۸)۲۰؎

اسلام ومناقبِ حضرت صہیب رومیؓ

ابن اسحاقؒ نے سابقین اولین کی فہرست میں مختلف صحابہ کرام کے بارے میں تفصیلات کے ساتھ احادیث بھی نقل کی ہیں۔حضرت صہیب بن سنانؓ کے تذکرہ میں حدیثِ نبوی لائے ہیں ،جس کے مطابق حضرت صہیب رومیوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے: ''**صهيب سابق الروم**'' اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو گرفتار کرکے ارضِ روم میں غلام بنا کر بیچ دیا گیا تھا،اس وجہ سے وہ رومی کہلائے، ورنہ حقیقتاً عرب تھے۔حمدی نے امام ہیثمی کی مجمع الزوائد۹ / ۳۰۵ کا حوالہ دیا ہے۔(۱/ ۱۶۷)۲۱؎

اسلامِ حضرت عمرؓ

بعض محققینِ سیرت کا خیال ہے کہ حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کا قبولِ اسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ابن اسحاقؒ نے جو

دعائے نبوی نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: ''**اللهم أيّد الاسلام بأبي الحكم إبن هشام أو بعمر بن الخطاب**''۔ بقول محقق حمدی اس حدیث کی تخریج امام احمد(۲ / ۹۵)اور امام حاکم(۳/ ۸۳) نے کی ہے اور علامہ البانی نے صحیح السیرۃ میں اس کو صحیح کہا ہے۔بعض روایاتِ سیرت و حدیث میں صرف حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کی دعا مانگنے کا ذکر ہے۔تطبیق دینے والے علماء کا خیال ہے کہ پہلے آپ نے دونوں طاقت ور اکابرِ قریش میں سے کسی ایک کے لیے دعا کی تھی اور بعد میں حضرت عمرؓ کی تخصیص کردی، کیوں کہ حافظ ابنِ عساکرؒ کے خیال میں بذریعہ وحی آپ پر یہ منکشف ہوا کہ ابوالحکم بن ہشام مخزومی اسلام نہ لائے گا۔ دوسری خاص دعا کے الفاظ یہ ہیں: ''**اللهم أيد إسلام بعمر بن الخطاب خاصة**''۔سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں یہ حدیث موجود ہے اور بقول حاکم صحیحین کی شرط کے مطابق ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن اسحاقؒ کی مشہور روایت میں حضرت خباب بن ارتؓ کا تاثر بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔حضرت عمرؓ نے جب اپنی بہن حضرت فاطمہ بن خطابؓ سے صحیفۂ قرآن لے کر سورہ طٰہٰ پڑھی تو کلام کے حسن و جمال کا اعتراف کیا۔حضرت خبابؓ کو جب یہ سنائی دیا تو وہ اپنی پناہ گاہ سے نکل آئے اور حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا: ''**يا عمر، والله إني لأرجو أن يكون الله قد خصّك بدعوة نبيه، فاني سمعته أمس و هو يقول...**''۔ اس کے بعد وہ اولین دعائے نبوی ہے جو دونوں کے لیے ہے۔طویل روایتِ ابن اسحاقؒ میں دارِارقم کے اندر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کے مکالمات بھی مختلف احادیث ہیں، جن کو جلی حروف میں چھاپا گیا ہے۔(۱ / ۲۱۸ ۔۲۲۱ ومابعد) ۲۲ ؎

اسلامِ حضرت عمرؓ کی دوسری حدیث

ابن اسحاقؒ نے اپنی سند سے عطاؒ ومجاہدؒ کے واسطہ سے ایک اور روایت حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کی نقل کی ہے۔اس کو سیرت نگاروں نے بالعموم حضرت عمرؓ

کی اولین اثر پذیری سے تعبیر کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک شب اپنی مجلسِ احباب میں سے کسی کو نہ پا کر طوافِ کعبہ کے لیے مسجد حرام آئے۔ وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں قرآن کی تلاوت کرتے سنا تو بہت متاثر ہوئے اور ان کے دل میں اسلام گھر کر گیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پوری کر کے اپنے دولت کدے کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے پیچھا کیا۔ راہ میں ملاقات ہوئی تو آپؐ نے ان سے پوچھا: ''**ماجاء بک یا ابن الخطاب هذه الساعة؟**'' (اے عمر! اس وقت یہاں کیوں؟) انہوں نے ایمان لانے کو سببِ تعاقب بتایا تو آپ نے اللہ کی تعریف کی اور فرمایا: ''**قد هداک اللہ یا عمر**'' (اے عمر! اللہ نے تم کو ہدایت دی)۔ آپ نے میرا سینہ چھوا اور ثبات کی دعا کی۔ اس کے بعد حضرت عمر واپس ہو گئے۔ (۱/ ۲۲۰۔۲۲۱) محقق حمدی نے اس پر حاشیہ نہیں لکھا ہے۔ ۲۳؎

حضرت عمرؓ کو جوارِ عاص بن وائل سہمی۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے قبولِ اسلام کی خبر خود ان کی تحریک پر قریشی شیخ جمیل بن معمر جمحی نے اکابرِ قریش کو ان کی مجالسِ کعبہ میں پہنچائی اور ان کے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچے۔ اکابرِ قریش سے ان کا مباحثہ ہوا، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ پر پل پڑے اور حضرت عمرؓ ان سے لڑتے رہے۔ اس دوران شیخ قریش عاص بن وائل سہمی وہاں پہنچے اور انہوں نے سارا ماجرا سن کر حضرت عمرؓ کو پناہ دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس وقت پانچ چھ سالہ لڑکے تھے۔ انہوں نے یہ سارا واقعہ خود دیکھا اور بیان کیا۔ وہ جوار دینے والے شیخ قریش کو نہیں پہچانتے تھے۔ ان کے استفسار پر حضرت عمرؓ نے ان کو بتایا۔ ابن اسحاقؒ کی اس روایتِ حدیث پر محقق حمدی کا حاشیہ ہے کہ اس کو امام حاکم (۳/ ۸۵) نے بیان کیا ہے اور اسے شرطِ مسلم کے مطابق بتایا ہے۔ (۱/ ۲۲۱۔۲۲۲) بخاری (فتح الباری ۷/ ۲۲۳: حدیث: ۳۸۶۴۔ ۳۸۶۵) نے حضرت ابن عمرؓ کی سند عالی سے ان دونوں حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ ان دونوں میں عاص بن وائل سہمی کے حضرت عمرؓ کو جوار دینے کا موقع ان کا

گھر بتایا گیا ہے، جسے لوگوں نے گھیر لیا تھا اور حضرت عمرؓ کو مارنا چاہتے تھے۔ بخاری کی احادیث اور ابن اسحاقؒ کی حدیثِ جوار میں بہ آسانی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ وہ دو الگ الگ مواقع کا معاملہ تھا اور عملی زندگی میں ایسا ہوتا ہے۔ ابن اسحاق کی حدیث میں حضرت عمرؓ کا ایک بہت اہم جملہ ہے کہ ''میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ جب ہم تین سو ہو جائیں گے تو اس کو (مکہ کو) چھوڑ دیں گے تمہارے لیے یا تم اسے ہمارے لیے چھوڑ دو گے: ''...**فاحلف باللہ أن لو قد کنا ثلاث مائۃ رجل لقد ترکنا ھا لکم أو ترکتموھا لنا**''۔اسی طرح احادیث بخاری میں یہ نئی معلومات ہیں کہ بنو سہم عہد جاہلیت میں قدیم زمانے سے بنو عدی کے حلیف تھے اور حضرت عمرؓ کا انتخاب دین ان کا ذاتی حق تھا۔ ۲۴؎

اسلامِ حضرت نجاشی اور انجامِ خیر

ہجرتِ حبشہ کے بیان میں امام ابن اسحاقؒ نے نجاشی شاہِ حبشہ کے بارے میں دو احادیث/ روایات نقل کی ہیں: پہلی حدیث حضرت نجاشیؓ کے حبشہ کا بادشاہ بننے سے متعلق ہے۔ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے، جو کافی طویل ہے۔محقق حمدی نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے اور دلائل ابی نعیم (ص ۸۱۔ ۸۴) میں ہے، جیسا کہ علامہ البانیؒ نے اپنی کتاب صحیح السیرۃ میں کہا ہے۔ دوسری حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نجاشی کی وفات کے بعد ان کی قبر پر مسلسل نور دیکھے جانے کی بات کہی جاتی تھی: ''**مات النجاشی، کان یتحدث انہ لایزالُ یریٰ علی قبرہ النور**''۔حمدی حاشیہ میں علامہ البانی کی صحیح السیرۃ کے حوالے سے اس کی اسناد کو بھی حسن بتایا گیا ہے۔

اسلامِ نجاشی کے تحت ان کے کلمۂ شہادت پڑھنے اور ایمان لانے کا واقعہ بیان کیا گیا اور ان کی ایک کتابِ وصیت کا بھی ذکر ہے، جس میں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے 'عبدورسول اللہ' ہونے کی بات کہی گئی ہے۔آخر میں نجاشی کی موت پر آپؐ کے نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے،مگر اس پر حمدی کا حاشیہ نہیں ہے۔(۱/۲۱۶۔۲۱۷) ۲۵؎

ہجرتِ حبشہ

مکی مسلمانوں میں خاص طور سے کم زوروں اور اپنے خاندانوں کے مظالم رسیدہ نوجوانوں کی حالتِ زار سے رسول اکرم ﷺ خاصے پریشان تھے۔ ابن اسحاقؒ نے اس پسِ منظر میں ایک حدیث نبوی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''**لو خرجتم الی أرض الحبشه فان بها ملكاً لا يظلم عنده أحد، وهى أرض صدق، حتى يجعل الله لكم خرجاً مما أنتم فيه**'' (تم سرزمینِ حبشہ کی طرف چلے جاؤ، کیوں کہ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے پاس کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سرزمینِ صدق ہے، اس وقت تک کے لیے جب تک اللہ تمہاری اس موجودہ ابتلا سے نکلنے کا راستہ نہ نکال دے)۔ اس پر محقق حمدی کا حاشیہ یہ ہے: ابن اسحاق نے اس کی سند نہیں بیان کی (۱/ ۲۰۴) ۲۶۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہجرتِ حبشہ

امام زہری کی حضرت عروہؒ کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث، امام ابن اسحاق نے، ان کی ہجرتِ حبشہ کے سلسلے میں نقل کی ہے۔ ان کے بہ قول سرزمینِ مکہ جب ان کے لیے تنگ ہوگئی اور وہ تکالیف سے پریشان اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے حالاتِ ابتلا سے کبیدہ خاطر ہوگئے تو رسول اکرم ﷺ سے ہجرتِ حبشہ کی اجازت لی اور روانہ ہوگئے۔ راستے میں احابیش کا سردار ابن الدغنہ ملا اور وہ ان کو واپس مکہ لے آیا۔ اس نے اکابرِ قریش کے سامنے ان کو اپنی جوار ومحافظت میں لینے کا اعلان کیا اور اکابرِ قریش نے قومی روایاتِ جوار کے پاس میں اسے قبول کرلیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کے باہری صحن میں تعمیر کردہ مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تو خوب روتے۔ ان کی تلاوت سن کر کفارِ مکہ کے بچے، غلام اور عورتیں جمع ہوجاتیں اور ان کی حالت دیکھ کر متاثر ہوتیں۔ اکابرِ قریش کو خطرہ پیدا ہوا تو انھوں نے ابن الدغنہ سے جاکر درخواست کی کہ وہ حضرت ابوبکرؓ سے کہیں کہ وہ اپنے گھر کے اندر نماز پڑھا کریں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ابن الدغنہ کی جوار

واپس کردی اور مسجد کی جگہ بدلنے سے انکار کردیا۔ اس کے بعد ہی قریش کے ایک بے وقوف نے راستہ میں، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کعبہ جارہے تھے، ان کے سرِ مبارک پر خاک ڈال دی۔ ایک شیخ قریش ولید بن مغیرہ مخزومی یا عاص بن وائل سہمی سے حضرت ابوبکرؓ نے شکوہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ تو تمہارا ہی کیا دھرا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے رب سے دعائے سلامتی مانگی۔ (۱/ ۱۵۔۱۶) محقق حمدی نے اول حدیث ہجرت کی سند کو علامہ البانی کی حوالے سے 'جیّد' بتایا ہے اور واقعۂ سفیہ کو 'صحیح مرسل' کہا ہے۔ ۲۷؎

قریشی عناد

قریشی اکابر کی مخالفتِ اسلام کی احادیثِ ابن اسحاق کو چند تقسیموں کے خانوں میں رکھ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ایک خانہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کے افراد و طبقات کو مظالم کا شکار بناتے تھے۔ دوسری قسم یہ ہوسکتی ہے کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور ایک تیسری تقسیم یہ کی جاسکتی ہے کہ وہ قرآن مجید اور کلام اللہ کے سلسلے میں فکری و عملی مباحثوں کی شکل میں نزاع و اختلاف کرتے اور اسے جھٹلاتے تھے۔ یہ تجزیاتی مطالعہ کی ایک جہت ہے، ورنہ ابن اسحاق اور دوسرے سیرت نگار واقعاتِ مظالم کو ایک پیرایے میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کے درمیان دوسرے موضوعات بھی آجاتے ہیں۔ بسا اوقات ان کا تعلق بھی مظالم و عنادِ قریش سے ہوتا ہے۔

سابقین اولین پر ظلم وستم

(الف) حضرت بلال حبشیؓ پر ظلم وستم:

حضرت بلال حبشیؓ کے باب میں ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ ان کے بنو جمح کے موالی یا سرپرستِ خاندان خاص کر امیہ بن خلف جمحی سخت دھوپ میں ان کو تپتی چٹانوں پر لٹا دیتا اور ان کے سینے پر سخت چٹان رکھ دیتا اور انکارِ اسلام کا تقاضا کرتا۔

حضرت بلالؓ اس عظیم ابتلا میں ہوش کھو بیٹھتے اور زبان سے صرف 'احد احد' کہا کرتے تھے۔حمدی نے اس کی اسناد کو 'مرسل' کہنے پر اکتفا کیا ہے۔(۲۰۱/۱)۲۸؎

(ب) آل یاسرؓ پر مظالم

ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ بنو مخزوم کے لوگ حضرت عمار بن یاسرؓ اور ان کے والدین کو سخت گرمی میں ستایا کرتے تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو ان کو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت دیتے: ''**صبراً آل یاسر، موعد کم الجنۃ**''۔حمدی نے اس حدیث کو علامہ البانی کے حوالے سے 'حسن صحیح' کہا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب سیرت میں اور امام احمد نے بھی اپنی حدیث (۴۳۹) میں ابن اسحاق کی روایت بیان کی ہے۔۲۹؎

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ستمِ اکابر

ابو جہل مخزومی کی ستم گری

شیخ بنی ہاشم و بنی مطلب جناب ابو طالب کی بے پناہ حمایت ونصرت کے باوجود قریشی امامانِ کفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم وستم کرتے۔معاندین میں سب سے آگے ابوجہل (ابوالحکم) بن ہشام مخزومی تھا۔ ابن اسحاقؒ نے ایک واقعۂ ستم اور اس سے وابستہ حدیثِ نبوی کا ذکر کیا ہے۔ایک دن ابوجہل ایک پتھر ہاتھ میں لے کر بیٹھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتا رہا، تاکہ اس سے ضربِ کاری لگائے۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول مسجد حرام آئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔جب آپ سجدہ میں گئے تو ابوجہل نے آگے بڑھ کر پتھر اٹھایا اور آپ کی طرف چلا۔قریشی اکابر اپنی اپنی مجالس میں اس کی کارگزاری دیکھ رہے تھے۔آپ کے قریب آ کر وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے بھاگا، پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور اس کا چہرہ فق ہو گیا۔اکابرِ قریش نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک انتہائی خوف ناک اور لحیم شحیم اونٹ اس کی

طرف بڑھا، تا کہ اسے کھا جائے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”وہ جبریل تھے۔ اگر وہ قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔“ حمدی نے اپنے حاشیہ میں دلائل النبوۃ (۲/ ۱۹۱) کا حوالہ دیا ہے۔ ۳۰ ؎

ابولہب وامِ جمیل کی مخالفت وعداوت

جانی دشمنوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل روایتِ عرب کے برخلاف شامل تھے۔ ابولہب آپ کی تکذیب کرتا اور لوگوں کو آپ سے ملنے سے روکتا اور دوسرے مظالم کیا کرتا، جب کہ اس کی بیوی آپ کی گزرگاہ پر کانٹے بچھا دیا کرتی تھی۔ ان دونوں کے بارے میں سورۂ لہب نازل ہوئی۔ ام جمیل نے جب اسے سنا تو کعبہ کے پاس مجلسِ نبوی میں پہنچی۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک پتھر کی نوکیلی کنکریاں بھری تھیں، مگر وہ آپ کو معجزۂ الٰہی سے دیکھ نہ سکی اور اس کی نگاہ آپ کے رفیقِ صدیق حضرت ابوبکرؓ پر پڑی۔ اس نے ان سے آپ کا پتہ پوچھا اور کہا کہ ”وہ میری ہجو کرتے ہیں۔ اگر میں ان کو آج پا لیتی تو اس پتھر سے ان کا منہ توڑ دیتی۔ میں خود شاعرہ ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے مذمت میں تین مصرعے کہے اور واپس چلی گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: ”وہ مجھے نہیں دیکھ سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ چھین لی تھی۔“ ابن اسحاقؒ نے ام جمیل کے ہجو یہ مصرعوں میں 'مذمم' کے حوالے سے دوسری روایت لکھی ہے کہ قریش رسول اکرم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو 'مذمم' کہتے تھے اور پھر برا بھلا کہتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر فرماتے: ”کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے میری جانب سے قریشی اذیت کو پھیر دیا ہے۔ وہ کسی 'مذمم' کو گالیاں دیتے اور مذمت کرتے ہیں اور میں تو محمد (ﷺ) ہوں“: ”**ألا تعجبون لما يصرف الله عني من أذى قريش، يسّبون ويهجون مذمماً، وأنا محمد**“۔ حدیث بخاری (۳۵۳۳) کا متن یہ ہے: ”**ألا تعجبون كيف يصرف الله عني شتم قريش ولعنهم؟ يشمتون مذمّماً ويلعون مذمّماً، وأنا محمد**“۔

حمدی نے حاشیہ میں دوسری حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ صحیح ہے اور بخاری کی حدیث ۴۵۳۳ کا حوالہ دیا ہے، جب کہ اول الذکر کے بارے میں کچھ نہیں کہا ہے۔۳۱

سورۂ لہب کا سببِ نزول

ابن اسحاقؒ نے مجہول صیغۂ ماضی 'حُدِّثت' (مجھ سے بیان کیا گیا) سے ایک بلا سند روایت سورۂ لہب کے نزول کے سبب میں بیان کیا ہے کہ ابو لہب اپنی تمام دوسری باتوں کے ساتھ ایک بات یہ بھی کہتا تھا کہ محمدؐ مجھ سے بعض ایسی چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جن کو میں صحیح نہیں سمجھتا۔ ان کا گمان ہے کہ وہ موت کے بعد واقع ہوں گی۔ اسی نے 'تباً لک' پہلے استعمال کیا۔ اس پر اللہ تعالی نے سورۂ لہب نازل کی۔ حاشیہ نگار حمدی کا کہنا ہے کہ یہ اسناد بلا شبہ ضعیف ہے کہ کلمہ 'حُدِّثت' سے راوی کا پتہ نہیں چلتا۔ ۳۲

سورۂ کوثر کا سببِ نزول

بنو سہم کے شیخ اکبر اور قریشی اکابر میں صاحبِ جلال و جبروت عاص بن وائل سہمی نے ایک طرف تو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر ان کو جوار دے دی اور دوسری طرف وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتا، طنز کرتا اور قریشی اکابر سے کہتا کہ ''آپ کو چھوڑیں، وہ تو لاولد شخص ہیں (ابتر)، مرجائیں گے تو ان کا ذکر بھی ختم ہوجائے گا۔'' اس پر اللہ تعالی نے سورۂ کوثر نازل کی۔ محقق حمدی نے اس شانِ نزول پر کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے۔(۳ / ۲۸ وما قبل) ۳۳

کوثر کی تفسیر میں ابن اسحاقؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ ان کے استفسار پر آپؐ نے فرمایا: ''**نهر كما بين صنعاء الى ايلة، آنيته كعدد نجوم السماء، ترده طيور لها كأعناق الإبل**'' راوی کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ''**انها يا رسول الله لناعمة، قال: آكلها أنعم منها**''۔ محقق

حمدی نے علامہ البانی کی صحیح السیرۃ سے تخریج نقل کی ہے کہ امام احمد (۳/ ۲۲۰۔ ۲۲۱، ۲۳۶۔ ۲۳۷) نے اس کی روایت کی ہے، ترمذی (حدیث: ۲۶۶۵) نے اسے حسن کہا ہے، حاکم (۲ / ۳۵۷) نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ایک روایتِ احمد میں حضرت عمرؓ کی جگہ حضرت ابوبکرؓ ہے اور وہ روایت 'منکرۃ' ہے۔ ۳۴؎

ابن اسحاق نے آخر میں مزید نقل کیا ہے کہ میں نے اسی حدیث میں یا کسی دوسری حدیث میں یہ بھی سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے اس سے پی لیا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔: ''**من شرب منه لا يظمأ أبداً**''۔ حاشیۂ محقق ہے کہ صحیح حدیث ہے اور وہ حوض کی ایک حدیث کا ایک طرف ہے جو صحیحین میں ہے اور ظلال الجنۃ (۷۲۸) میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔ ۳۵؎

سورۂ کافرون کا نزول

امامِ موصوف کی سیرت میں ہے کہ متعدد اکابرِ قریش: اسود بن مطلب اسدی، ولید بن مغیرہ مخزومی، امیہ بن خلف جمحی اور عاص بن وائل سہمی نے، جو اپنی قوم کے بڑے صاحبانِ رسوخ تھے، آپؐ کے سامنے تجویز رکھی کہ ہم آپ کے رب کی عبادت کریں اور آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں۔ اس طرح عبادت کے معاملے میں ہمارا موقف مشترک ہو جائے گا... الخ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کافرون نازل فرمائی۔ حمدی حاشیہ ہے کہ ابن اسحاق میں یہ حدیث معلق آئی ہے اور ابن جریر طبری نے اسے موصول نقل کیا ہے۔ ۳۶؎

سورۂ یٰسٓ کی آیات کا نزول

اس سے ذرا پہلے امام موصوف نے سورۂ یٰس کی آیاتِ کریمہ: ۷۸۔ ۸۰ کے سببِ نزول کے ساتھ ایک حدیثِ نبوی بھی نقل کی ہے۔ ابی بن خلف جمحی نے ایک بوسیدہ ہڈی لے کر خدمتِ نبوی میں حاضری دی اور اسے دکھا کر کہا: ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی از سر نو زندہ کرے گا، جب کہ یہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ

ہورہی ہے۔'' آپؐ نے فرمایا:''ہاں، میں یہ بات کہتا ہوں ۔ جب تم بھی اسی طرح ہوجاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھائے گا اور تمھیں بھی۔ پھر تمھیں جہنم میں ڈال دے گا۔'' اسی واقعہ کے بعد یہ آیاتِ کریمہ اتریں۔ محقق حمدی نے اسے بھی معلق حدیثِ امام کہا ہے اور امام طبری کے ہاں موصول بتایا ہے۔ وہ اسے صحیح مرسل بھی کہتے ہیں۔ امام حاکم کے نزدیک وہ حدیث ابن عباسؓ ہے، جو صحیح اور شرطِ شیخین کے مطابق ہے۔

سورۂ انبیاء کی آیات کا نزول

قریشی اکابر میں ایک عالم شخص عبداللہ بن الزبعریٰ سہمی بھی تھا۔نضر بن حارث اور ولید بن مغیرہ بھی کافی صاحبانِ فہم و ذکا تھے۔مؤخر الذکر دونوں نے ابن الزبعریٰ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے کہ ہم جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں وہ سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ ابن الزبعری نے کہا کہ میں اگر وہاں ہوتا تو محمدؐ سے بحث کرتا کہ ہم تو ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں، عزیر کی عبادت یہود اور عیسیٰ کی عبادت نصاریٰ کرتے ہیں، تو کیا یہ سب بھی دوزخ کا ایندھن بنیں گے؟ آپؐ سے قولِ ابن الزبعریٰ نقل کیا گیا تو آپ نے وضاحت فرمائی: ''**انّ كل من أحبّ أن يعبد من دون الله فهو مع عبده، انهم يعبدون الشياطين ومن امرتهم بعبادته**'' اس پر سورۂ انبیاء کی آیات ۱۰۱:۔ ۱۰۲ اتریں اور دوسری آیات بھی۔ ابن اسحاقؒ نے حضرات مسیح وعزیر علیہما السلام کے بارے میں بھی آیاتِ قرآنی کے نزول کا ذکر کیا ہے، لیکن ان پر حاشیۂ محقق نہیں ہے۔ ۳۷؎

قرآن کریم کے نزول پر اعتراض

ابن اسحاقؒ نے سورۂ زخرف ۳۱:۔ ۳۲ کے نزول کا سبب یہ بتایا ہے کہ ولید بن مغیرہ مخزومی نے کہا کہ کیا قرآن محمد پر اترتا ہے اور مجھے چھوڑ دیا جاتا ہے، جب کہ میں قریش کا سید وکبیر ہوں اور ابو مسعود عمرو بن عمیر ثقفی کو بھی نظر انداز کردیا جاتا ہے، جو ثقیف کا سردار ہے اور ہم دونوں شہروں کے عظیم ہیں۔ امام

موصوف نے اسی طرح متعدد دوسری آیاتِ کریمہ اور قرآنی سورتوں کے اسبابِ نزول اور ان سے متعلق امور کے باب میں بیان کیے ہیں۔ان میں بالعموم احادیثِ نبویہ کا ذکر ملتا ہے نہ ان کے حوالے سے محققِ گرامی کے حواشی کا،لیکن وہ بہر کیف احادیث اور روایات پر مبنی ہیں اور ان کا ذکر کتبِ تفسیر، خاص کر طبری و ابن کثیر کی تفاسیر میں ملتا ہے۔ ان کے ذریعہ ان احادیثِ خاص کا سراغ لگایا جاسکتا ہے جو تفسیری روایات کا خاصہ ہے۔ ان میں سب سے زیادہ طویل بحث ابن اسحاق نے سورۃ الکہف کی تفسیر اور شانِ نزول میں کی ہے کہ وہ قریشی اکابر کے مخاصمانہ سوالات کی وجہ سے اور یثرب کے یہودی علماء و احبار کی علمی اعانت ومجادلانہ خیانت کی وجہ سے وجود میں آئی تھی۔ ان میں قریشی اکابر کے مطالبات بھی ہیں۔(۲/ ۷۔۱۱)۳۸

سورۂ کہف کی آیات سے متعلق احادیث

ابن اسحاقؒ نے سورۂ کہف کی تفسیر میں کئی مباحث کے علاوہ متعدد احادیث یا ان کے اجزاء کا ذکر کیا ہے، جیسے یہ حدیث ،جس میں رسول اللہ ﷺ اپنی بعثت کے مقصد کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ”...**مابهذا بعثت اليكم، انما جئتكم من الله بما بعثنى به، وقد بلغتكم ما أرسلت به اليكم، فان تقبلوه فهو حظّكم فى الدنيا و الآخرة، و ان ترده عليّ أصبر لأمر الله تعالىٰ حتى يحكم الله بينى و بينكم۔**“

قریشی اکابر نے بازاروں میں ان کی طرح معاشِ تلاش کرنے کی نبوی مساعی پر طنز کرتے ہوئے کہا: ”اگر آپ سچے رسول ہیں تو اپنے رب سے سب کچھ مانگ کچھ نہیں مانگ لیتے۔“اس پر آپؐ نے فرمایا: ”**ما أنا بفاعل، وما أنا بالذى يسأل ربه هذا، وما بعثت اليكم بهذا، ولكن الله بعثنى بشيراً و نذيراً۔** (اوکما قال) **فان تقبلوا ما جئتكم به فهو حظّكم فى الدنيا و الآخرة الخ** (بقیہ اول حدیث کی طرح)

قریشی کافرین کے مطالبہ پر کہ ہم پر آسمان گرادینے کی دعا کریں، فرمایا: ''**ذلک الی اللہ، ان شاء أن یفعلہ بکم فعل**۔''

سورہ مریم: ۶۴ ''**وما نتنزل الا بأمر ربّک** سے متعلق حدیثِ امام ہے: ''... **لقد احتسبت عني یا جبریل حتی سوءت ظنّنا**'۔

ان تمام احادیث اور سورۂ کہف کی دوسری آیات سے متعلق احادیث واسباب نزول کی روایات کے بارے میں حاشیہ نگار نے حواشی نہیں لکھے ہیں۔ حضرت ذوالقرنین کے بارے میں مروی حدیث: ''**ملک مسح الارض من تحتها بالأسباب**'' کو حدیث مرسل کہا ہے کہ اس کے راوی اول خالد کلاعی تابعی ہیں۔(۱/ ۱۸۷۔ ۱۸۸ وما بعد وما قبل، بالخصوص ۱۹۴۔۱۹۵) اسی طرح سورۂ اسرائ:۸۵ کی آیت ''**وَمَا أُوتِيتُم مِنَ العِلمِ إلا قَلِيلاً**'' کے بارے میں ایک حدیث: ''**انما فی علم اللہ قلیل و عندکم فی ذلک ما یکفیکم لو أقمتموہ**'' کی اسناد کو منقطع بتایا ہے۔۳۹؎

اکابرِ قریش کے مطالبات

ابو طالب کی حمایت ختم کرنے کی مساعی

ذاتِ نبوی پر شخصی مظالم سے بڑھ کر قریشی معاند اکابر کی وہ مساعی تھیں جن کے ذریعہ وہ آپ کو حمایتِ ابی طالب سے محروم کردینا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ بار بار ابو طالب کے پاس جاتے اور ان سے مطالبہ کرتے کہ وہ اپنے بھتیجے کو اسلام کی تبلیغ وتعلیم سے روکیں۔ جب وہ اس اولین مرحلے میں کام یاب نہ ہوئے تو انھوں نے آپ کو اکابر قریش کے حوالے کردینے کا مطالبہ کیا اور طرح طرح کی تجاویز رکھیں، لیکن ابو طالب نہ مانے۔ قریشی اکابر کا جبر ودباؤ بہت بڑھا تو ابو طالب نے آپ کو وفد کے سامنے یاد کرکے آپ سے کہا کہ ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں کہ وہ اسے اٹھا نہ سکیں۔ آپ کو خیال ہوا کہ اب مشفق وحامی چچا بھی حمایت سے دست کش ہونے والے

ہیں تو آپ نے پورے عزم و ثبات کے ساتھ وہ بات کہی جس نے ابو طالب کو بھی جما دیا۔ ابن اسحاقؒ نے وہ مشہور حدیث نقل کی ہے جو تمام کتب سیرت میں ملتی ہے: ’’**یا عم، لو وضعوا الشمس فی یمینی و القمر فی یساری علی أن أترک هذا الأمر، حتی یظهر الله أو أهلک فیه، ما ترکته**۔ حاشیۂ حمدی ہے کہ یہ حدیث اپنی شہرتِ عام کے باوجود ضعیف ہے، ملاحظہ ہو فقہ السیرۃ و السلسلۃ الضعیفۃ للالبانیؒ، حدیث ۹۰۹۔ علامہ البانیؒ نے محض اسناد کے ضعف و سقم کی بنا پر اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

تمام نقد و جرح کے باوجود یہ حدیث اپنے الفاظ و معانی کی وجہ سے نہ صرف قوی ہے، بلکہ وہ شخصیتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم و ثبات اور قرآنی آیات کے اثباتِ حق کے تناظر کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ازراہِ رحمت و محبت اپنے رسول مکرم ؐ کو دعوتِ حق کی راہ میں اپنی جان خطرے میں نہ ڈالنے کی نصیحت کی ہے: ’’**فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا**‘‘۔ (الکہف ۶) ایسی دوسری آیاتِ کریمہ ہیں اور متعدد صحیح احادیث آپ کے فرمان اور موقف کو معتبر بناتی ہیں۔ اس طرح وہ اصطلاحی لحاظ سے اس حدیث کی شاہد ہیں۔ مسند احمد میں قریشِ مکہ کے دوسرے مطالبات کا بھی ذکر ہے، جیسے کوہ صفا کو سونے کا پہاڑ بنانے کی احادیث (۳۱۶۷، ۳۲۱۳، ۲۳۲۹: مسند ابن عباسؓ) اللہ کا نسب نامہ بتانے کا مطالبہ، آخرت و تقدیر پر اعتراض اور ایسے متعدد دوسرے نظریاتی اور فکری مطالبات، جن کے نتیجے میں سورہ اخلاص وغیرہ پر مبنی قرآنی آیات نازل ہوئیں۔

صحیفۂ مقاطعہ اور اس کی منسوخی

معاند اکابرِ قریش نے جب حمایتِ ابی طالب کے توڑنے میں ناکامی و ذلت کا مزہ چکھا تو بنو ہاشم و بنو مطلب کے خاندانوں کا سماجی مقاطعہ (بائیکاٹ) کرنے کا معاہدہ کر کے اسے حسبِ دستورِ قریش و عرب خانۂ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا، حالاں کہ بیش تر قریشی اکابر، عوام و خواص اور خاص کر ان کے صلح جو اور قرابت کے

رشتوں اور صلہ رحمی کے حامی طبقات اس سے متفق نہ تھے، لیکن ستم گروں کی زیادتی اور ظلم و فساد کے جبر کے سامنے دب گئے۔سہ سالہ آزمایشِ مسلم اور کرب و بلائے اکابر کے بعد بال آخر پانچ صالح وسعید اکابر نے اس ظالمانہ معاہدے کو منسوخ کرادیا اور اس کی ربّانی منسوخی کا ذکر زبانِ رسالت مآبؐ سے اس وقت ہوا جب آپ نے ابوطالب سے کہا کہ میرے رب اللہ نے صحیفۂ قریش پر دیمک کو مسلط کر دیا اور اس نے صرف اس مقام کو، جہاں اللہ کا نام ہے، باقی رکھا اور ظلم وقطع رحمی اور بہتان کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا: ''**یا عم، إنّ ربی اللّٰہ قد سلّط الأرضة علی صحیفة قریش، فلم تدع فیھا إسماً ھو للہ الا أثبتتہ فیھا، و نفت منہ الظلم و القطیعة و البھتان**''۔اس پر محمدی حاشیہ نہیں ہے۔(۲/ ۳۔۱۸)۴۰ ؎

بعض اکابرِ قریش سے تعلقات

تبلیغ واشاعت کے اہم اور پُرخطر معاملے میں بسا اوقات رسول اکرم ﷺ کو عزم وثبات کے ساتھ مقابلہ ومزاحمت کے اقدام کرنے پڑے۔ان میں کچھ انصاف دلانے کے منصبِ رسالت سے متعلق تھے، کچھ کا تعلق اثباتِ نبوت اور دلایلِ رسالت سے تھا اور کچھ دوسری نوعیتوں کے حامل تھے۔ ان میں شخصی دفاع اور ملّی تحفظ کے اقدامات بھی تھے۔عرب سماجی نظام تحفظ کے تحت آپ نے متعدد بے کس اور خاندان بدر صحابۂ کرام کو اکابرِ قریش کے اختلاف کے باوجود جوار فراہم کیا تھا۔رحمۃ للعالمین ہونے کے باعث آپ ان کے شرک وکفر سے اختلاف کرتے تھے، لیکن ان کی ہدایت واصلاح کے ہمہ وقت درپے رہتے اور اس سبب سے ان سے سماجی تعلقات بھی رکھے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام دونوں تمام انسانوں کی دنیاوی واخروی فلاح وبہبود کا نظام برپا کرنا چاہتے تھے، جو قرآنی اصطلاح میں عدل (اجتماعی عدل) کا نظام ہے۔

مظلوموں کی دادرسی

مظلوموں کی دادرسی کا ایک واقعہ فرعونِ امت ابوجہل مخزومی سے متعلق ہے۔

حلف الفضول کی پابندی کے سبب اور اسلامی تقاضائے عدل سے آپ نے ابو جہل مخزومی سے ایک اراشی تاجر کا حق دلوایا۔سیدِ قریش نے اس سے ایک اونٹ خرید اتھا،مگر اس کی قیمت نہیں ادا کی تھی۔ اس تاجر نے اکابرِ قریش کی مجالس میں فریاد کی اور ان ظالموں نے محض لطف لینے کے لیے اسے آپ کے پاس بھیج دیا کہ وہی تم کو انصاف دلا سکیں گے۔قصہ طویل ہے اور اس میں خاصے مکالمات ہیں۔ان کی شکل میں حدیثِ نبوی کے کئی اجزاء ہیں۔ بہر حال آپ نے ابو جہل کے گھر پہنچ کر اسے پکارا۔ وہ باہر نکلا تو فرمایا: ''اس آدمی کا حق ادا کرو'' ۔اس نے بلا چون و چرا اس کا حق ادا کر دیا۔ اکابرِ قریش نے جب یہ انہونی سنی اور دیکھی تو ابو جہل سے اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے بتایا: ''میں نے ایک زبردست اونٹ کو دیکھا جو منہ پھاڑے مجھے کھانے کے درپے ہے ۔ چنانچہ میں نے گھبرا کر اس تاجر کا حق ادا کر دیا۔'' اس پر محقق حمدی کا حاشیہ نہیں ہے۔ غالباً ان کو اس کی تائید میں کوئی حدیث نہیں ملی،لیکن یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔

کشتی لڑنے کا واقعہ

رکانہ بن عبدِ یزید مطلبی سے کشتی اور معجزات کے واقعہ کے تحت متعدد احادیث کا ذکر ملتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی کسی وادی میں رکانہ سے ملاقات کی تو اسے دین کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ اگر تمہاری بات سچ جانتا تو مان لیتا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں تمھیں کشتی میں پچھاڑ دوں تو جان لوگے کہ میں سچ کہہ رہا ہوں؟'' اس نے کہا: ہاں، آپؐ نے اسے ذرا دیر میں پچھاڑ دیا، حالاں کہ وہ بڑا پہلوان تھا۔ ایسا تین بار ہوا۔ پھر آپ نے ایک درخت کو اس کی جگہ سے بلایا اور پھر اسے اس کے مقام پر واپس بھیج دیا۔ان دونوں معجزات کی احادیث مکالمات کی شکل میں ہیں۔محقق حمدی نے ان کی تخریج نہیں کی ہے۔(۲/ ۲۵۔۲۶)۴۱ ؎

صحابی کی تلاوتِ قرآن پر قریشی ردعمل

عام اکابر اور خواص کے علاوہ معاندینِ قریش کا رویہ رسولِ اکرم ﷺ ،

قرآن مجید اور صحابۂ کرام کے بارے میں متضاد جہات کا حامل تھا۔ ایک طرف تو وہ قرآن کریم کو کلامِ الٰہی نہیں مانتے تھے، اس کا اور رسول اللہ ﷺ پر اس کے نزول کا تمسخر کرتے، اس کے احکام وتعلیمات میں کیڑے نکالتے، دوسری طرف وہ قرآن کریم کی آیات سنتے تو مبہوت و مرعوب ہوجاتے، اس کی فصاحت و بلاغت اور حکمت و معانی سے ششدر رہ جاتے اور اسے چھپ چھپ کر سنا کرتے، تیسری طرف وہ کسی صحابی سے قرآن سنتے تو طیش میں آجاتے اور مار پیٹ کرتے۔ ان متضاد رویوں سے متعلق دو احادیث سماعتِ قرآن کے بارے میں پیش ہیں۔ روایاتِ سیرت اور احادیث نبوی دونوں میں اور قرآنی آیات کی تفسیری روایات میں بھی اکابر اور عوام وخواص کے قرآن مجید سننے اور صحابۂ کرام کے سنانے کے واقعات کثرت سے مروی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تلاوتِ قرآن

حضرت عروہ بن زبیرؒ کی سند سے مروی روایت کی بنا پر ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولین شخص، جنہوں نے بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کی، وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ اس کا واقعہ یہ تھا کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جمع ہوئے اور باہم بات چیت میں کہا کہ قریش کو بلند آواز سے ابھی تک قرآن نہیں سنایا جاسکا ہے۔ کون ہے جو اس کی ہمت کرے گا؟ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: میں۔ صحابۂ کرام نے کہا کہ ہم کو آپ کے بارے میں خدشہ لاحق ہے۔ ہم ایسا شخص چاہتے ہیں جس کا خاندان اس کی حفاظت کرسکے اگر ان کا ارادۂ بد ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: اس کی پروا نہ کرو، میرا اللہ میری حفاظت کرے گا۔ حضرت ابنِ مسعودؓ 'مقام' پر بہ وقتِ چاشت پہنچے۔ اس وقت اکابرِ قریش اپنی مجالس میں پرے جمائے بیٹھے تھے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورۂ رحمن کی تلاوت شروع کردی۔ پہلے تو مشرکین کچھ سمجھے نہیں، پھر ان کو احساس ہوا کہ ابنِ ام عبدؓ محمدؐ کے لائے ہوئے کلام کا

کچھ حصہ پڑھ رہے ہیں، چنانچہ وہ ابنِ مسعود کے چہرے پر مارنے لگے، مگر انہوں نے جتنا چاہا اتنا پڑھا اور مار کھاتے رہے۔صحابۂ کرام کی مجلس میں واپس آئے تو ان کے چہرے پر نشانات تھے۔صحابہ نے کہا: ہمیں اسی کا خدشہ تھا۔حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: اب تو مجھے اللہ کے دشمن بہت ہلکے لگ رہے ہیں۔اگر آپ لوگ کہیں تو میں پھر کل جا کر ان کو سناؤں؟ صحابہ نے کہا: نہیں، یہی کافی ہے، تم نے ان کو وہ سنا دیا جو ان کو ناپسند ہے۔محقق حمدی نے اسے حدیث مرسل بتایا ہے۔(۱/۱۹۹) ۴۲؎

تلاوتِ نبوی کی سماعتِ اکابرِ قریش

حضرت ابن مسعودؓ کی جہری تلاوتِ قرآن کریم کے معاً بعد ابن اسحاقؒ نے امام زہریؒ کی حدیث نقل کی ہے، جس کی سند کو مرسل کہا گیا ہے۔مختصر واقعہ یہ ہے کہ قریش کے تین اکابر: ابوسفیان بن حرب اموی، ابوجہل بن ہشام مخزومی اور اخنس بن شریق ثقفی زہری ایک رات الگ الگ اس ارادے سے نکلے کہ نمازِ شب میں رسول اکرم ﷺ کی قراءت قرآن سنیں۔وہ ایک دوسرے کے ارادے سے واقف نہ تھے۔وہ رات بھر خفیہ طریقے سے قراءتِ نبوی سنتے رہے۔صبح ہونے پر جب وہ واپس ہوئے تو راستہ میں ان کی مڈبھیڑ ہوگئی۔انہوں نے ایک دوسرے کو ملامت کی کہ اگر ناسمجھ لوگوں نے دیکھ لیا ہوتا تو ان کے دلوں میں بات بیٹھ جاتی۔ بہر حال وہ وعدہ کر کے لوٹ گئے کہ اب ایسا نہ کریں گے، لیکن اگلی دو راتوں میں بھی ایسا ہی ہوا کہ وہ خفیہ طریقے سے قراءتِ نبوی سنتے اور صبح ان کی مڈبھیڑ ہو جاتی تو ایک دوسرے کو ملامت کرتے۔(۱/۱۹۹۔۲۰۰) ۴۳؎

احادیثِ وعید

اپنی ذاتِ گرامی اور دعوت و تبلیغ کی راہ میں معاندین کے عناد و کفر پر رسول اکرم ﷺ صبر وضبط اور مرحمت کا مظاہرہ فرماتے۔بسا اوقات جب ان کا ظلم وستم حدود سے بڑھ جاتا تو آپ کا پیمانۂ صبر لبریز ہوجاتا اور آپ کی زبانِ مبارک سے الٰہی

وعیدوں کے شرارے نکلتے۔ وہ رحمۃ للعالمین کے کلماتِ غیظ وغضب نہ تھے، بلکہ اللہ عزیز وانتقام کے مواعید تھے، تاکہ معاندین ان سے لرزکر حق قبول کرلیں یا مظالم سے باز آجائیں۔ ان کو دفاعِ حق اور محافظتِ ذات وملت کا نبوی اسوہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ہر وقت اور ہر آن خاص کر عالمِ ابتلا وضعف میں سرنگوں نہیں رہنا ہے۔ تحفظِ ذات وملت اور مدافعتِ دینِ حق میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیغ براں تھے اور رسول الملحمۃ (رسولِ جہاد) بھی۔ اکابرِ قریش کے بابِ مظالم میں ایسی چند احادیثِ وعید ملتی ہیں جو امام ابن اسحاقؒ نے بیان کی ہیں اور جن کی تصدیق معتبر کتبِ حدیث سے ہوتی ہے۔

ذبح کی حدیثِ وعید

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی مرفوع ومتصل سند سے ایک واقعہ ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے، جو طویل ہے اور اس میں مکالمات بھی کافی ہیں۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک دن حسبِ معمول مسجدِ حرام میں تشریف لائے اور طواف کرنے لگے۔ اشرافِ قریش میں سے اکثر مقامِ حجر میں موجود تھے۔ آپ کو دیکھ کر ان کا جوشِ غضب وعناد بڑھ گیا اور جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ پر جملہ بازی کی۔ رسول اکرم ﷺ کو اس سے تکدّر رہوا، جو چہرۂ انور سے بھی ظاہر ہوگیا۔ دوسرے چکر میں یہی حرکت کی گئی اور تیسرے میں بھی۔ اس بار آپ ٹھہر گئے اور ان کو مخاطب کرکے فرمایا: ''**أتسمعون یا معشر قریش، أما والذی نفسی بیدہ، لقد جئتکم بالذبح**'' (اے اشرافِ قریش! سن لو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں مری جان ہے، میں تمہارے پاس ذبح لے کر آیا ہوں۔) یہ سن کر ان لوگوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ ساکت وصامت رہ گئے۔ ان میں سے ایک سمجھ دار شخص نے بات بنائی: ''ابوالقاسم! آپ جائیں۔ بخدا آپ تو ناواقف نہیں ہیں۔'' اشرافِ قریش کو یہ وعیدنبوی دوسرے دن تک پھانس بن کر تلملانے پر مجبور کرتی رہی۔ دوسرے دن طواف کے دوران ایک شخص نے راہ کھوٹی کی اور ٹوکا کہ کل آپ نے ہی یہ جملہ کہا تھا۔ آپ نے فرمایا ''ہاں، میں نے ہی

کہا تھا۔"ایک شخص نے آگے بڑھ کر آپؐ کی چادر پکڑ لی،تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو اس سے روکتے ہوئے کہا:"کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے"۔پھر تمام اشراف چلے گئے ۔حمدی حاشیہ ہے کہ البانی نے صحیح السیرۃ(۱/۳۰۹)میں اس کی اسناد حسن بتائی ہے۔(۱/ ۱۸۳)۴۴؎

احادیثِ اسراء و معراج

سیرت ابن اسحاق نے متعدد روایات کا ذکر ایک خاص انداز میں کیا ہے، جو بعد میں طرزِ مورخین بن گیا۔ امامِ موصوفؒ نے ایک خاص دیباچۂ اسناد میں یہ بیان کیا ہے کہ ان کو متعدد صحابۂ کرام، تابعین اور دوسری اہلِ علم شخصیات سے روایات پہنچی ہیں۔انہوں نے جن کے نام صراحت سے لیے ہیں وہ یہ ہیں:حضرات عبداللہ بن مسعود،ابوسعید خدری، ام المومنین عائشہ، معاویہ بن ابی سفیان، ام ہانی بنت ابی طالب،حسن بصری ،ابن شہاب زہری اور قتادہ رضی اللہ عنہم۔ان میں سے ہر ایک کی حدیث جداگانہ بیان کی گئی ہے اور ان کے مجموعے سے اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان معجزہ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔اس کے بعد ابن اسحاقؒ نے الگ الگ احادیثِ صحابہ و تابعین بیان کی ہیں۔ان میں ایک خاص طرزِ ادا یہ اختیار کیا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی روایت کا ایک حصہ بیان کر کے حضرت قتادہؒ کی روایت کا ایک ٹکڑا بیان کیا ہے اور پھر حضرت حسن بصریؒ کی روایت کی طرف 'عود' کیا ہے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت قتادہؒ کا روایت کردہ وہ اضافی حصہ حسن بصریؒ کی بنیادی حدیث پر کچھ خاص اضافہ کرتا ہے۔ یہ طریقہ امام طبری وغیرہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت بیان کی ہے اور اس میں خاص حضرات ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے شمائل کا بیانِ نبوی ہے۔سیرتِ ابن اسحاق کے تلخیص وتہذیب نگار امام ابن ہشامؒ نے شمائل انبیاء سے متصل اور اس کی مناسبت سے حضرت علیؓ کی زبان سے شمایلِ نبوی کا ذکر کیا ہے۔پھر حضرت ام ہانیؓ کی روایت ہے۔قصۂ معراج کی مختلف احادیث و

معاملات پر مشتمل بیان حدیثِ ابی سعید خدری رضؓ میں لایا گیا ہے، جو سب سے زیادہ مفصل ہے اور اس میں معراج کا ابتدائی بیان ہے، پھر داروغۂ جہنم مالک کی صفت کا ذکر بعض دیگر اہلِ علم کی ترسیل سے ہے۔ اس کے بعد آسمانوں پر عروج کا بیان حدیث حضرت ابی سعید خدری رضؓ کی طرف 'عود' کی صورت میں آیا ہے۔ اسی کے درمیان حضرت ابن مسعود رضؓ کی ایک حدیث حضرت جبریل علیہ السلام کے ایک خاص حد ادب کے بعد عروج وصعود سے لاچاری کے بارے میں امام موصوف نے اپنی طرف سے بیان کی ہے۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقاتِ نبوی اور نماز میں تخفیف کی درخواست کا معاملہ لایا گیا ہے، جو بالآخر نمازِ پنجگانہ پر تمام ہوئی۔ (۲/۲۹۔۳۷) حاشیہ نگار حمدی نے ان مختلف احادیث پر حواشی لگائے ہیں نہ تخریج کی ہے۔ آخر میں البانی کی کتاب **الاسراء والمعراج** ملاحظہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ البتہ یہ تبصرہ کیا ہے کہ اسراء و معراج کی بہت سی احادیث صحیحین میں ہیں۔ ۴۵؎

صحیحین کی احادیثِ معراج سے تقابلی موازنہ اس باب کو ہی ایک تحقیقی مقالہ بنادے گا، لہٰذا صرف چند بنیادی نکات کا ذکر مختلف عناوین کے تحت کیا جاتا ہے، تاکہ احادیثِ سیرت کی فنی قدر و قیمت اور اس سے زیادہ ان کی صحت و مرتبت کا اندازہ کیا جاسکے:

صحیحین کے رواۃِ اولین

صحیح بخاری کی مختلف کتب اور ان کے متعدد ابواب میں احادیثِ اسراء ومعراج کی روایت کرنے والے صحابۂ کرام کی تفصیل یہ ہے:

۔کتاب بدءالخلق، باب ذکر الملایکۃ: حضرات مالک بن صعصعہ رضؓ، ابن عباس رضؓ، عائشہ رضؓ وابن مسعود رضؓ۔

۔کتاب احادیث الانبیائ، باب المعراج: حضرت مالک بن صعصعہ رضؓ، باب واذکر فی الکتٰب الخ: حضرات عائشہ صدیقہ رضؓ و ابن مسعود رضؓ۔

۔کتاب الصلوٰۃ، باب کیف افترضت الصلوات فی الاسرائ: حضرت ابوذرغفاری رضؓ۔

۔کتاب التفسیر، سورۃ النجم: حضرات ابن مسعودؓ وعائشہؓ، سورۃ بنی اسرائیل: حضرت ابوہریرہؓ ۔
۔صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء وذکر سدرۃ المنتہیٰ، باب ذکر المسیح بن مریم وغیرہ۔
۔صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب موسیٰ علیہ السلام وغیرہ۔

مضامینِ احادیث

ابن اسحاقؒ نے احادیثِ اسراء الگ بیان کی ہیں اور احادیثِ معراج الگ۔

اولین واقعہ کی تمام روایات کے بعد ان کے تمام بنیادی مضامین یہ ہیں:

۔بُراق کی صفت اور اس کی سواری سے بیت المقدس تک تشریف آوری۔ روایتِ ابن مسعودؓ۔

۔ایک جماعتِ انبیاء کی وہاں موجودگی، جن میں حضرات ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے اسماء گرامی ہیں۔

۔دودھ کے پیالے اور جامِ شراب کی پیش کش اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ کا پیالہ اختیار کرنا، جس سے ہدایت کی فال لی گئی۔

۔آغاز میں رسول اکرم ﷺ کا بیان کہ آپ مقام حجر میں محوِ خواب تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو جگایا اور بابِ مسجد کے باہر لے جا کر براق پر بٹھایا۔ براق کی صفت کو روایتِ حسن بصریؒ اور براق کے بھڑکنے کا ذکر بہ روایت قتادہ۔

۔بیت المقدس پہنچ کر تمام انبیائے کرام کی نماز میں امامت اور دودھ اور شراب کے پیالوں کا ذکر، بہ روایت حسن بصری۔

۔رسول اکرم ﷺ کی صبح سویرے مکہ مکرمہ واپسی اور اسراء کا تذکرہ، قریش کا انکار و طعن، حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق، بیت المقدس کا بہ ذریعہ کشف منظر اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دربارِ نبوی سے '**الصدیق**' کا خطاب عطا کیا جانا۔

۔روایتِ حضرت عائشہ صدیقہؓ میں واقعۂ اسراء کو صرف رؤیا قرار دیا گیا ہے اور روحانی بتایا گیا ہے، جسمانی نہیں۔ اس سلسلے میں آیاتِ کریمہ الصّٰفّٰت: ۱۰۲ اور الاسرائ: ۱ سے استشہاد کیا گیا ہے، جس میں رؤیا دکھانے اور شجرۂ ملعونہ کے بتانے کا ذکر ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کی مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں سورۂ اسراء کی مذکورہ بالا آیت کا ذکر بہ طور شان نزول ہے۔ ابن اسحاقؒ نے اپنی 'بلاغت' سے ایک اور حدیث بیان کی ہے: ''**تنام عیناى و قلبى يقظان**۔'' (میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) اور ان کا ایک تبصرہ ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون سی حالت ہوئی تھی۔ بہر حال آپؐ نے امرِ الٰہی سے بہت سی چیزوں کا معاینہ فرمایا، خواہ وہ نیند کی حالت ہو یا بیداری کی اور ہر دو بہ حق ہیں۔ اس سے قبل حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ بیان بہت اہم ہے کہ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی جانب سے انبیاء کی طرف وحی بہ حالت بیداری بھی آتی ہے اور بہ حالتِ خواب بھی۔ حضرت عائشہؓ کے اس تاثر اور علم کے وقت ان کی عمر صرف سات آٹھ سال کی تھی اور اس وقت مکہ مکرمہ میں اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں قیام پذیر تھیں، اگرچہ بیاہی جا چکی تھیں۔

۔امام زہریؒ کی روایتِ حضرت سعید بن المسیبؒ میں حضرات ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے شمائل کا ذکر ہے۔

۔حضرت ام ہانی کی روایتِ اسراء میں ایک وضاحت و اختلاف یہ ہے کہ اسراء کا واقعہ ان کے گھر سے شروع ہوا تھا، جہاں آپ محوِ خواب تھے اور رات کی نماز کے بعد تشریف لے گئے اور صبح کی نماز ان کے ساتھ آ کر پڑھی۔ آپ نے حضرت ام ہانیؓ کے منع کرنے کے باوجود واقعۂ اسراء کو اکابرِ قریش کے سامنے بیان کیا اور انہوں نے آپ کی تکذیب کی۔ آپ نے اپنی تصدیق کے بعض دلائل و شواہد پیش کیے، جن کو اکابرِ قوم نے تسلیم کیا۔[۴۶]

معراج کی احادیثِ ابن اسحاق کے مضامین یہ ہیں:

۔معراج آسمانی (سیڑھی) کا بیان وصفت اور آسمانوں پر ملائکہ سے ملاقات اور ان کا خوش دلی سے استقبال۔ بہ روایتِ حضرت ابوسعید خدریؓ اور اس کے درمیان میں '**صفة مالک خازن النار**' کی حدیث و تفصیل بعض اہلِ علم کی روایت سے، جو صحابہ تک ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے سماء دنیا کے مشاہدات، حضرت آدم علیہ السلام کا

دیدار، ارواحِ بنی آدم کا جمگھٹا وغیرہ۔ سعید/ طیب ارواح اور خراب و بدکار روحوں کا انجام: یتامیٰ کا ناحق مال کھانے والے، سودخوار، بدکار عورتیں، وغیرہ۔

۔دوسرے آسمان پر حضرات عیسیٰ بن مریم ویحییٰ بن زکریا علیہما السلام سے ملاقات۔

۔تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے تعارف اوران کی صفتِ جمال۔

۔چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات اور سورۂ مریم۔، آیت ۵۷ کی تلاوتِ نبوی۔

۔پانچویں آسمان پر حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کا دیدار اوران کی صفاتِ عالیہ۔

۔چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اوران کی پیکر تراشی۔

۔ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دیدار اوران کا مقام ومرتبہ۔

۔پھر جنت میں داخلۂ نبوی اور حضرت زید بن حارثہؓ کی جنتی حور کا دیدار اور بعد میں حضرت زیدؓ کو اس کی بشارت۔

۔حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کے مطابق ہر آسمان پر حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال، اجازتِ دخول اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف۔

۔مقامِ رب پر انتہا اور روزانہ پچاس نمازوں کی فرضیت۔

۔ایک خاص عنوان کے تحت نماز میں تخفیف کا ذکر کہ واپسی کے سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اوران کے مشورے پر آپ نے بار بار مراجعت فرما کر نماز میں تخفیف کی درخواست کی اور ہر بار دس دس کی تخفیف کی گئی۔ آخری بار صرف پانچ رہ گئی تھیں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ان میں بھی تخفیف کی التجا کرنے کی بات کہی، مگر آپ نے اپنے رب سے حیا کی اور اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کا اجر پچاس کے برابر کر دیا۔

موازنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیحین کی احادیث اور روایاتِ کتب حدیث میں کچھ مضامین کا فرق و اضافہ ہے، جیسے حطیم میں شقِ صدر کا واقعہ، واقعۂ اسراء میں ایک سرخ ٹیلہ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنے کا مشاہدہ، بیت المقدس پہنچ کر براق کو اس حلقہ سے باندھنے کا معاملہ جس سے انبیاء کرام اپنی سواریاں

باندھا کرتے تھے، انبیاء کرام کی نمازیں پڑھنے کی روایت، بیت المقدس میں مالکِ داروغہ دوزخ سے ملاقات، سدرۃ المنتہیٰ تک عروج اور اس کی صفت، چار نہروں کا ذکر، سدرۃ المنتہیٰ سے آگے 'مقام صرصر اقلام' تک پہنچنا، واپسی میں حضرت جبریل علیہ السلام کی اصل صورت کا دیدار، پانچ نمازوں کی پچاس نمازوں کے برابر قیمت و اجر، سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی بشارت وغیرہ۔ ان جزوی اضافوں کے علاوہ تمام بنیادی مضامینِ اسراء و معراج احادیث ابن اسحاق اور احادیثِ صحیحین و کتبِ حدیث مشترک ہیں۔

تقابلی مطالعہ سے امام ابن اسحاقؒ اور بعد کے امامانِ حدیث بالخصوص امام بخاریؒ کی احادیثِ اسراء و معراج سے بعض دل چسپ اہم اور معنی آفریں نکات سامنے آتے ہیں:

۔سیرت امام ابن اسحاقؒ کے بیش تر راوی مکی دور کے ہیں اور ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قدیم ترین اور اہم ترین ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ مکی دور کے ضرور ہیں، لیکن وہ ان کے لڑکپن کا واقعہ ہے اور حضرت معاویہؓ اس وقت مسلم بھی نہ تھے، جس طرح حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ غیر مسلم تھیں، اگرچہ وہ باشعور اور عمر دراز خاتون تھیں۔ تابعین کرام میں امام زہری، امام حسن بصری اور امام قتادہ رحمہم اللہ نے اپنی روایات مکی صحابہ کرام سے لی تھیں۔ مؤخرالذکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مولیٰ اور شاگرد تھے اور مکی بھی تھے، مگر ان کے امام و شیخ حضرت ابن عباسؓ اس وقت نابالغ تھے۔ ان میں حضرت ابو سعید خدریؓ مدنی صحابی ہیں۔ انہوں نے متعدد دوسرے راویوں کی طرح مکی صحابہ کرام سے روایات لی تھیں۔

۔صحیحین بالخصوص بخاری کے مکی راویانِ کرام میں حضرت ابن مسعود، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور ان کے بارے میں بھی وہی مشترکہ اوصاف و شواہد ہیں جو امام ابن اسحاقؒ کے رواۃ کے بارے میں اوپر آئے۔ ان میں سے ایک حضرت ابو ذر غفاریؓ مکی دور کے صحابی راوی ضرور ہیں، لیکن وہ اسلام لانے کے بعد اپنے علاقہ بنو غفار میں قیام پذیر رہے تھے، البتہ مکہ مکرمہ آتے جاتے

رہتے تھے، مگر وہ اصل راوی نہیں ہیں۔انہوں نے تمام مدنی رواۃ کرام: حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی مانند مختلف مواقع پر مکی صحابہ کرام سے یا براہ راست رسول اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے احادیث اسراء ومعراج اخذ کی تھیں۔

۔مواقع و مقامات اور زمانے کے اختلاف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ احادیث راوی اول نے مختلف لوگوں سے بیان کیں، لہٰذا ان میں بیانیہ کا فرق ہو گیا۔

۔موضوعات و مضامین کے لحاظ سے روایتِ سیرت ابن اسحاق اور احادیث صحیحین وغیرہ یکساں ہیں، ان میں صرف جزوی اختلافات ملتے ہیں۔

۔زبان وبیان اور موضوعات و مضامین اور متعدد دوسری چیزوں کی وجہ سے احادیثِ اسراء ومعراج سیرت ابن اسحاق میں قدامت واولیت رکھتی ہیں۔

(باقی)

حواشی ومراجع

۱۹۔لیکن یہ حدیث صحیح المعانی ہے اور متعدد کتبِ سیرت میں متعدد طرق سے آئی ہے۔اسی وجہ سے حضرتِ موصوف کو صدیق یا صدیق اکبر کا لقب دربارِنبوی سے عطا ہوا تھا۔۔مناقبِ صدیق کے لیے ملاحظہ کیجئے فتح الباری ۷/ ۱۱ وما بعد۔ حافظ ابن سید الناس، عیون الاثر ۱/ ۹۵ میں یہ حدیث موجود ہے، جسے معضل کہا گیا ہے۔صدیق کے لقب عطا کرنے کا ایک دوسرا موقعہ اسراء ومعراج کی صبح کا بتایا گیا ہے، جب حضرت ابوبکرؓ نے بلاجھجھک اسے صحیح واقعہ تسلیم کر کے آپ کی تصدیق کی تھی۔

۲۰۔ اسلامِ حضرت عمرؓ میں حضرت نعیم کا ذکرِ خیر ان کے اسی لقب کے ساتھ آیا ہے۔ابن سعد (۴/ ۳۸۷) نے اپنی سند سے، جس کے آخری راوی حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم عدویؓ ہیں، ان کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کر کے ان کے تسمیہ النحام کی بابت حدیث نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ” **لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: دخلت الجنة فسمعت نحمة من نعيم، فسمي النحام۔۔**“۔ یہ بلا شبہ مکی حدیث ہے کہ صحابی جلیل نے مدتوں بعد ہجرتِ مدینہ مکہ ہی میں قیام کیا تھا اور رسول اکرم ﷺ نے غالباً جنت میں ان کے نحمہ سننے کا مشاہدہ وتجربہ واقعہ اسراء ومعراج میں کیا تھا۔

۲۱۔ ابن سعد(۳/۱۲۱) کے مطابق حضرت حسن بصریؒ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے۔
۲۲۔ ابن سعد(۳/ ۱۴۲۔۱۴۳) نے اس اولین دعائے نبوی کے الفاظ نقل کیے ہیں، جو یہ ہیں: ''اللهم أعزّ الاسلام بعمر بن الخطاب أو بعمرو بن هشام''اور اس میں حضرت خبابؓ کا تاثر بھی موجود ہے۔امام ابن سعد کی یہ حدیث مرفوع ہے کہ ان کی سند سے حضرت انس بن مالک صحابیؓ سے مروی ہے۔وہ تمام ضروری نکات میں ابن اسحاق کی حدیث کی تائید کرتی ہے۔نیز ملاحظہ کیجئے ادریس کاندھلوی ۱/ ۲۵۸ ومابعد، مودودی، سیرت سرور عالم ۲/۶۰۸۔۶۱۲ ومابعد، فتح الباری ۷/۲۲۲۔۲۲۸، مسند احمد (حدیث:۵۶۹۳ مسند حضرت ابن عمرؓ) میں دونوں اکابر قریش کے لیے دعائے نبوی کا ذکر ہے۔
۲۳۔مودودی (۲/۶۰۷) نے حضرت عمرؓ کے اس پہلے تاثر کی حدیث مسند احمد اور طبرانی سے نقل کی ہے،جس میں امام ابن اسحاق کی مذکورہ بالا روایت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے نماز میں سورہ الحاقہ کی تلاوت کی تھی،جس سے حضرت عمر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوگئے تھے۔ اپنے حاشیہ میں اس واقعہ کے لیے مسند ابن سنجر کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مسند احمد (حدیث:۱۰۸ مسند عمر بن خطابؓ) میں اس کی کافی تفصیل ہے اور وہ ابن اسحاقؒ کی روایت کے مماثل ہے۔ابن اسحاق کی روایتِ یونس بن بکیر میں اسلام حضرت عمرؓ کے باب میں کئی قیمتی معلومات ہیں، جیسے محتاج صحابہ کو آسودہ حال صحابہ کی کفالت میں دینے کی سنتِ نبوی، حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ حضرت سعید بن زید عدویؓ کے اسی طرح پروردہ تھے، حالاں کہ وہ بنوزہرہ کے ایک شخص کے حلیف تھے۔اس میں دعا وغیرہ کا ذکر ہے اور پورا واقعہ اسلام حضرت عمرؓ کا ہے۔(۱۱/۱۹۱۔۱۹۶)
۲۴۔بحث کے لیے کتابِ خاک سار 'مکی اسوہ نبوی' کی بحث 'انتخابِ دین کا حق'...جمیل بن معمر جمحی کا ذکر اور ان کے اسلام عمرؓ کے چرچا کرنے کا بیان ابن اسحاق میں خاصا افسانوی ہے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خبریں پھیلانے والے شری شخص تھے اور حضرت عمرؓ ان کو نہیں جانتے تھے، حالاں کہ وہ قبیلہ بنو جمح کے ایک بڑے سردار تھے اور بعد میں اسلام بھی لائے۔ان کے قبول اسلام اور سماجی منزلت کا ذکر کوئی سیرت نگار نہیں کرتا۔ ملاحظہ ہو اسد الغابہ/ اصابہ میں ان کا تذکرہ اور نسب قریش زبیری میں ان کا مقام ومرتبہ۔
۲۵۔کاندھلوی (۱/۲۵۰ ومابعد) اور سید مودودی (۲/ ۵۸۸ ومابعد) نے متعدد امامانِ حدیث کی کتابوں سے احادیث نبوی اس باب میں نقل کی ہیں، فتح الباری ۷/ ۲۴۰۔ ۲۴۱،احادیثِ

بخاری: ۳۸۷۷۔۳۸۸۱ (پانچ احادیث) میں ان کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھنے اور ان کے لیے استغفار کرنے کا ذکر ہے، جو امامِ ابن اسحاق کی روایت/روایاتِ سیرت کی تصدیق کرتی ہیں۔مسند احمد حدیث: ۴۳۸۶ مسند ابن مسعودؓ میں نماز جنازہ کا ذکر ہے۔

۲۶۔فتح الباری (۷/ ۲۳۷ و مابعد) میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن اسحاق کی اسی حدیث کو دوسرے الفاظ میں نقل کیا ہے: ''انّ بالحبشة ملكاً لايظلم عنده أحد, فلو خرجتم اليه حتى يجعل الله لكم خرجاً'' حافظ ابن سید الناس ا/ نے امام زہری کی روایت معمر کے واسطہ سے مصنفِ عبدالرزاق سے بیان کی ہے، جس کے الفاظ ہیں: ''تفرّقوا في الأرض، فان الله سيجمعكم۔ قالوا: الى أين نذهب؟قال: الى هاهنا ,وأشاربيده إلى أرض الحبشة۔'' عیون الاثرا/ ۱۵۱ او مابعد میں متعدد روایاتِ سیرت و حدیث ہیں۔روایتِ یونس بن بکیر میں بعض دوسری احادیث بھی ہیں اور مختلف واقعات سیرت بھی۔۱۱/ ۱۷۵۔ ۱۷۸ نیز ۱۸۳او مابعد۔)

۲۷۔بخاری (فتح الباری ۷/ ۲۸۷۔ ۲۸۸ و مابعد) نے اسی سند سے حدیث بخاری (۳۹۰۵) کا اولین حصہ روایت کیا ہے اور بعد میں ہجرتِ مدینہ کا واقعہ بھی اس میں جوڑ دیا ہے۔ان دونوں روایات میں بہت زیادہ مماثلت ہے اور حدیثِ بخاری میں بعض اضافات بھی ہیں۔ان دونوں کا تقابلی مطالعہ ایک عمدہ تحقیقی کام ہوگا۔

۲۸۔مسند احمد (حدیث: ۳۸۲۲: مسند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) میں وہ مرفوع مروی ہے اور اس کا ذکر محقق حمدی وغیرہ نے نہیں کیا ہے۔بعض دوسروں نے ابن سعد کے حوالے سے بدقماشوں کے حضرت بلالؓ کے گلے میں رسی ڈالنے اور کھینچنے کی تعذیب پر ان کے صرف 'أحد أحد' کہنے کی حدیث روایت کی ہے، جو امام ابن سعد کی اپنی سند سے حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے۔ امام حاکم کے نزدیک یہ صحیح الاسناد ہے، اگرچہ صحیحین میں اس کی تخریج نہیں کی گئی ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اس کی توثیق کی ہے (مستدرک ۳/ ۲۸۴)۔روایت یونس بن بکیر میں یہ اضافہ بہت اہم ہے کہ ورقہ بن نوفل ان کو تسلی دیتے اور ان کی توحید پرستی کی تائید کرتے اور بنوجمح اور دوسرے ظالموں کو سمجھاتے کہ اس پر رحم کریں اور اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو اس پر میں نوحہ کرتا رہوں گا۔(۱۱/ ۲۰۰)

۲۹۔ابن سعد کی مذکورہ بالا حدیث میں کئی کم زور مسلمانوں کی تعذیب کا ذکر ہے۔ان میں آل یاسر، خبابؓ اور صہیبؓ شامل تھے۔ابن سعد (۳/ ۱۳۱ و مابعد) میں بھی اس حدیث کے دوسرے

الفاظ ہیں، مگر مفہوم یہی ہے۔ فتح الباری (۲۰۹/۷) میں موخر الذکر حدیث کو مختصراً ابن ماجہ، ابن حبان میں حضرت زِر بن مسعودؓ کے طریق سے مروی ہونا بتایا گیا ہے۔ نیز ملاحظہ کیجیے روایت یونس بن بکیر ۱۱ / ۲۰۰۔

۳۰۔مسند احمد(احادیث: ۲۳۱۷، ۳۰۳۶، ۲۲۲۶، ۳۴۷۳مسند حضرت ابن عباسؓ وغیرہ) میں ابو جہل کے بارے میں کئی واقعات کی احادیث ہیں، جو سورۂ علق کے حوالے سے ہیں اور ان میں حضرت جبریل علیہ السلام کے علاوہ ملائکہ کے پکڑ لینے کا ذکر ہے اور اونٹ کی جگہ آگ کی خندق کا۔

۳۱۔سورۂ لہب کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''وہ مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گی۔'' مسند بزار میں ہے کہ آپ کو ایک فرشتہ نے چھپالیا تھا۔اس ضمن میں تفسیر میں مذکورہ سورۂ اسراء کی آیت ۴۵ و اذا قرأت القرآن الخ بھی بہت اہم ہے، جس کی تفسیر میں اور کئی احادیث و روایات ہیں۔اسی اول سیرت کی حدیث کے لیے ملاحظہ کیجیے بخاری/ فتح الباری ۸ / ۹۴۳، کتاب التفسیر، جس میں مسند بزار کے علاوہ حمیدی، ابویعلی اور ابن ابی حاتم کی حدیث حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اسی مانند ہے اور حاکم کی حدیثِ حضرت زید بن ارقمؓ ہے۔دوسری حدیث بخاری/ فتح الباری ۶ ۶۷۸ و مابعد میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہے۔ دوسرے طرق بھی ہیں۔

۳۲۔امام بخاری نے اس سورہ کا جو سبب نزول بیان کیا ہے وہ روایتِ ابن اسحاق کا مخالف ہے۔امام بخاریؒ نے سورہ لہب، کتاب التفسیر میں کئی احادیث نقل کی ہیں (۴۹۷۱، ۴۹۷۲، ۴۹۷۳) جن سے واضح ہوتا ہے کہ کوہِ صفا سے اپنے مشہور خطبہ میں آپ نے تمام قریش کو دعوت دی تھی اور انہیں شدید عذاب سے ڈرایا تھا۔فتح الباری (۹۴۱/۸ و مابعد) میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابولہب کی ابو طالب سے مخاصمت و نزاع میں ابو طالب کی حمایتِ نبوی کی روایت بھی نقل کردی اور اسے ایک سبب نزول قرار دیا ہے۔ یہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے اور بعد بعثت اس کی عداوت کا ایک سلسلہ ہے۔اس میں اس کی دوسری حرکاتِ ناشائستہ اور اقوالِ بیہودہ شامل ہیں۔ان اسباب سے سورۂ مذکورہ نازل ہوئی تھی۔حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حمالۃ الحطب سے مراد یہ ہے کہ وہ چغل خوری کرتی تھی اور قریشی مشرکین سے آپؐ کے بارے میں برائیاں کرکے آگ بھڑکاتی تھی۔اسی طرح 'حبل من مسد' کی دوسری تعبیرات بھی ہیں۔ دراصل کسی آیت یا سورۃ کے اسبابِ نزول متعدد ہوتے ہیں۔اسی حقیقت کی شاہد ابن اسحاقؒ کی دوسری حدیث/ شان نزول ہے، جو آگے آئی ہے کہ وہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی تھی (۲ / ۳۔۵) اس طرح دونوں میاں بیوی کی

مستقل مخاصمت وایذادہی کے واقعات اس سورہ کے نزول کا باعث بنے تھے۔محقق نے دوسری شانِ نزول کونظرانداز کردیا۔مسند احمد میں کوہ صفا کے خطبہ پر ابولہب کے اعتراض کوسببِ نزول بتایا گیاہے۔اس میں اوربھی واقعات واحوال کاذکر ہے۔السیرۃ، مذکورہ بالا۸۷ومابعد۔

۳۳۔فتح الباری (۸/ ۹۳۵) میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ شانِئَکَ سے مراد 'عدوّک' (آپ کادشمن) ہے۔ابن مردویہ نےاسے موصول کہاہے۔برائی کرنےوالے(شانئک) کی تعیین میں محدثین (ناقلین) یامفسرین ورواۃ نے اختلاف کیاہےاورتین اکابرِ قریش کے نام لکھے ہیں: عاص بن وائل، ابوجھل اورعقبہ بن ابی معیط''۔امام ابن اسحاق نے حتمی طور سے اول الذکرکا نام لیاہے، لہٰذاان کی روایت کوترجیح حاصل ہے۔

۳۴۔ بخاری/ فتح الباری(۸/ ۹۳۴۔۹۳۶) میں تین احادیث ہیں۔ ان میں حدیثِ عائشہؓ (۴۹۶۵) میں 'آنیۃ کعدد النجوم' کافقرہ ہے۔

۳۵۔مزید ملاحظہ کیجئے بخاری/ فتح الباری ۸/ ۹۳۵۔۹۳۶۔)

۳۶۔فتح الباری (۸/ ۹۳۷) کے مطابق امام ابن ابی حاتم نے اسے حدیثِ ابن عباسؓ سے نقل کیاہے کہ یہ قریش کا قول اورتجویز ومصالحت کا معاملہ تھا، اگرچہ اس حدیث کےایک راوی کو ضعیف قراردیاہے۔

۳۷۔ملاحظہ ہوتفسیر ابن کثیر۔

۳۸۔سیرت ابن اسحاق میں نضر بن حارث عبدری کی ایذارسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے ایک باب ہے،جس میں مختلف اکابرقریش کی وجہ سےمختلف آیات کےاسباب نزول کی بحث آئی ہے(۱/ ۱۸۶۔۱۹۹) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور روسائے قریش کے درمیان مکالمات و مباحثات اورتفسیر سورۂ کہف کی خاصی طویل اوراہم بحث ہے جواس دورِ مکی کےعلمی اورفکری مجادلہ کےساتھ یہودی علمی وفکری ارتقا یا مجادلہ کی تصویر بھی پیش کرتی ہے۔

۳۹۔ان تمام آیات کی تفسیری احادیث کے لیے ملاحظہ ہوابن کثیراورطبری وغیرہ۔

۴۰۔علامہ ابن حجرؒ (فتح الباری ۷/ ۲۴۱۔۲۴۲) نے ابن اسحاقؒ اورموسی بنؒ عقبہ کی کتاب المغازی سے اس کی تفصیل دی ہے اوراس حدیث کاذکربھی کیاہے اوران دونوں اماموں اورابن ہشام کی روایت کی بنا پر کیاہے۔ بخاری (کتاب مناقب الانصار، باب تقاسم المشرکین علی النبی ﷺ، ۳۸۸۲۰) میں اس معاہدہ کا مقام 'حنیف بن کنانہ' بتایا گیاہے۔اس پر حافظ ابن حجرؒ نے بحث کی ہے نہ دوسرے اہل سیر نے۔مسند احمد (حدیث:۷۱۹۹ مسند ابی ہریرہؓ) میں یہی روایتِ بخاری ہے اور اس مقام کو المحصب بتایا گیاہے۔کتبِ سیرت میں بالعموم شعب ابی طالب

یا شعب بنی ہاشم کو بہ طور پناہ گاہ بتایا جاتا ہے۔اس پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

۴۱۔متعدد احادیث میں درخت کو بلانے اور اسے اس کے مقام پر واپس بھیجنے کے معجزات کا ذکر ہے، اگر چہ ان کا تناظر دوسرا ہے۔اس طرح وہ اس معجزانہ واقعہ کے شواہد بن جاتے ہیں۔جیسے مسند احمد کی حدیث: ۱۱۷۰۲: مسند حضرت انس بن مالکؓ ۔اس کے راوی مدنی ہیں اور مقام ترسیل بھی دور مدینہ ہے، تاہم مکی واقعہ کی اولین ترسیل سے ماخوذ ہے، یعنی حضرت انسؓ نے کسی مکی راوی سے ہی اسے اخذ کیا تھا۔

۴۲۔نقد محقق صرف اسناد و روایت کی بنا پر ہے کہ وہ ایک تابعی سے مروی ہے اور صحابی کا نام اس کی سند میں موجود نہیں، حالاں کہ حضرت عروہؒ امام حدیث بھی ہیں۔

۴۳۔یہ واقعہ کافی طویل ہے۔اسے امام بیہقیؒ نے کتاب الدلائل میں، حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں اور امام طبرانیؒ نے اوسط میں بیان کیا ہے۔اس کے علاوہ اسے امام طبریؒ نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے۔ان تینوں اکابرِ قریش کا اتفاق تھا کہ آپؐ سچے رسول ہیں لیکن وہ اپنی خاندانی عصبیت اور کفر سے محبت کی وجہ سے اسے تسلیم کرنے سے انکاری تھے۔ابو جہل مخزومی کے اعترافِ حق کا ذکر ان روایات و احادیث کے علاوہ ابن ابی حاتم کی ایک روایت ملتا ہے کہ اس نے ایک ملاقات میں، جو سر راہ ہوگئی تھی، آپؐ سے مصافحہ کیا۔ایک عینی شاہد نے بعد میں ابو جہل سے شکوہ کیا کہ آپ نے اس 'صابی' سے مصافحہ کیوں کیا۔ابو جہل نے اعتراف کیا کہ وہ رسولِ صادق ہیں، لیکن ہم بنو عبد مناف کی اتباع نہیں کر سکتے۔اس کی یہ خاندانی عصبیت ابن اسحاق، طبری اور بعض دوسری روایات میں سامنے آتی ہے۔

۴۴۔ابن ہشام، طبری اور بیہقی نے امام ابن اسحاق کی حدیث نقل کی ہے اور مسندِ احمد میں امام احمد نے اسی سند سے اس کو بیان کیا ہے۔

۴۵۔مسند احمد میں یہ تمام احادیث ایک مسلسل باب کی صورت میں جمع کر دی گئی ہیں (السیرۃ، شمارہ ۲۳، ربیع الاول ۱۴۳۱ھ، ۴۹۔۶۸)

۴۶۔حضرت ام ہانیؓ کی روایت کا ابتدائی حصہ خاصا عجیب و غریب ہے کہ سفرِ اسراء ان کے گھر سے شروع ہوا، دوسرے نماز عشاء اور نماز فجر کے ذکر سے بھی خلجان پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تک نماز پنجگانہ میں سے یہ دونوں فرض نہ تھیں۔تیسرے حضرت ام ہانیؓ اس وقت تک اسلام نہ لائی تھیں۔چوتھے تمام احادیثِ صحیحین وغیرہ میں آغاز اسراء کا مقام حجر/کعبہ بتایا جاتا ہے یا آپ کے گھر کا بستر مبارک۔اس پر بحث و تحقیق کی ضرورت ہے۔

☆☆☆